78

اہلِ قلم اصحاب توجہ کریں

(فرمودہ ۲۶ راکتوبر ۱۹۱۷ء)

حضور نے تشہد و تعوذ کے بعد مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:
وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔
(آل عمران: ۱۰۵)

اور فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ جو مذاہب لوگوں کی ہدایت اور اصلاح کیلئے آتے ہیں انکی کامیابی اشاعت اور غلبہ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت۔ فضلوں۔ اور زبردست نشانوں کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے۔ جو مذہب خدا کی طرف سے ہو۔ اس میں انسانی کوشش کے بغیر کامیابی نہیں ملتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کامیابی بھی ہوتی ہے۔ وہ کوشش کا نتیجہ نہیں ہوتی جو انسان کرتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انہیں کوشش ضرور کرنی پڑتی ہے۔

دیکھو اسلام کی اشاعت کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو وطن چھوڑنے پڑے۔ مالوں کو۔ عزیز و اقرباء کو چھوڑنا پڑا۔ دشمنوں کا تلوار کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا لیکن جو ترقی ہوئی اس کے مقابلہ میں قربانی کچھ بھی نہ تھی۔

رسول کریمؐ کا مقابلہ ساری دنیا سے تھا۔ اور جو قوم آپؐ کے مقابلہ پر آئی تھی۔ وہ اپنی تعداد کے لحاظ سے۔ اثر کے لحاظ سے۔ رسوخ کے لحاظ سے۔ مال و دولت

کے لحاظ سے ۔ غرض ہر حیثیت سے زیادہ تھی ۔ مگر کامیابی رسول کریمؐ کو ہی ہوئی ۔ اور اس کو انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا ۔

اگر انسانی کوششوں سے ہی ایسی عظیم الشان کامیابی ہوا کرتی ہے ۔ تو آج بھی ایک قوم سے جنگ شروع ہے ۔ اِدھر طاقت ۔ مال ۔ رسوخ ۔ غرض کہ تمام سامان اُس کی نسبت زیادہ ہیں ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اسکی پہلے سے تیاری تھی لیکن باوجود اس کے آج تک ایک کروڑ آدمی مارا ۔ اور زخمی ہو چکا ہے ۔ تاہم مقصد حاصل نہیں ہوا ۔ اسلام کے مقابلہ میں جو حملہ آور تھے ۔ وہ تعداد میں اور ہر حیثیت میں زیادہ تھے ۔ انکو ایسی شکست ہوئی کہ ان کا نام و نشان باقی نہ رہا ۔ مگر اس لڑائی میں دیکھو اگرچہ دشمن کی تعداد تھوڑی ہے ۔ مگر پھر بھی وہ مغلوب نہیں ہوا ۔ افغانستان کی ساری آبادی یا آجکل کے عرب کی جس قدر بھی آبادی ہے اس ساری کو دُگنا کر دیا جائے تو انکی تعداد اتنی ہوگی جتنے اس جنگ میں اس وقت تک مر چکے ہیں ۔ مگر فیصلہ ابھی تک ہونے میں نہیں آتا ۔ ادھر دیکھو مسلمانوں کی جماعت ۔ ایک محدود جماعت تھی ۔ اور مال و دولت ۔ ساز و سامان بھی محدود ہی تھا ۔ مگر انکی قربانیاں ایسے پھل لائیں کہ دشمن بالکل مٹ گئے ۔

مسلمان جس قدر مارے گئے ۔ اور جتنا مال انہیں خرچ کرنا پڑا ۔ وہ بہت کم تھا ۔ اس کامیابی کے مقابلہ میں جو ان کو حاصل ہوئی ۔

رسولِ کریم کے وقت کی جنگوں میں جو مسلمان شہید ہوئے انکی تعداد دو تین سو سے زیادہ نہیں ۔ اور دشمن کے ہلاک ہونیوالوں کی تعداد ہزار ڈیڑھ ہزار سے زیادہ نہیں ۔ لیکن ان جنگوں کا نتیجہ دیکھو کیسا فیصلہ کن ۔ اور عظیم الشان نکلا کہ دشمن بالکل کچلا گیا ۔ اسے مسلمانوں کی قربانیوں اور کوششوں کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا ۔ تو یہ قربانی کچھ بھی نہیں ۔ افراد کے لحاظ سے اگرچہ انہوں نے بڑی بڑی قربانی کی ۔ مگر مجموعی لحاظ سے جو قربانی ہوئی ۔ وہ کامیابی کے مقابلہ میں بڑی نہ تھی ۔ اور جب قوموں سے مقابلہ ہوتا ہے تو جماعتوں کی قربانی دیکھی جایا کرتی ہے ۔ اور اس بات کا لحاظ ہوتا ہے کہ جماعت کی طرف سے کتنی قربانی ہوئی ۔

مسلمانوں نے فرداً فرداً جو قربانی اور اخلاص دکھایا اور دین کی راہ میں جو کوشش

کی وہ بے نظیر تھی۔ مگر کامیابی اس کوشش کا لازمی نتیجہ نہیں تھی۔ کیونکہ اگر لازمی نتیجہ ہوتی تو ہر ایک وہ قوم جو ان جتنی تعداد رکھتی۔ اسے ایسی ہی کامیابی ہوا کرتی۔ لیکن کیا کوئی ایسی نظیر دنیا میں پیش کی جاسکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

تو مسلمانوں کا مقابلہ بڑی تعداد کے ساتھ ہوا۔ افراد کے لحاظ سے گو انہوں نے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ اور ان سے بڑھ کر کوئی کیا کرے گا۔ اور جب صحابہ کرام کی قربانیوں کا ذکر ہوگا۔ تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ ان کے اتنے آدمی مارے گئے کہ جتنے کسی کے نہیں مارے گئے۔ یا یہ نہیں کہا جائے گا کہ ان کا اتنا مال خرچ ہوا کہ کسی اور نے نہیں کیا۔ بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ ان کے ایک آدمی نے جتنا کام کیا اتنا کسی اور نے بھی کیا ہے۔ یا نہیں۔ اس کے مقابلہ میں ان سے بڑھ کر کوئی اور نظر نہیں آئے گا۔ لیکن انکی مجموعی قربانی اور کوشش کو دیکھو۔ اور پھر انکی کامیابی کی طرف نظر کرو کہ کیا نسبت رکھتی ہے۔ انہوں نے عرب کو فتح کیا۔ اور خدا کے فضل سے ہی کیا۔ نہ کہ انکی کوشش اور قربانی کی وجہ سے۔ اگر خدا کی قدرت کے ماتحت نہ ہوتا تو انہیں کبھی کامیابی نہ ہوسکتی۔ اس وقت ہی عراق عرب۔ جو عرب کا ایک حصہ ہے۔ اس کے فتح کرنے کیلئے گورنمنٹ برطانیہ کے قریباً بیس ہزار آدمی کام آ چکے ہیں۔ مگر سارا علاقہ صاف نہیں ہوا۔ حالانکہ سازو سامان کے لحاظ سے۔ طاقت کے لحاظ سے۔ خرچ کے لحاظ سے قربانی تو زیادہ ہوئی ہے۔ اس لئے چاہیئے تھا کہ کامیابی بھی زیادہ ہوتی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔

پس صحابہ کرام کو جو کامیابی ہوئی اور انکی قربانیوں کا جو نتیجہ نکلا۔ وہ خدا کے فضل سے اور اسی کی تائید سے نکلا۔ اس کو انکی کوشش کا لازمی نتیجہ نہیں کہہ سکتے۔ لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو بھی ایسا کرے اسکو ضرور وہ نتیجہ حاصل ہوجائے مگر ہر ایک کو ایسا کرنے کے باوجود۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ کرنے پر وہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا نے اپنی قدرت سے ہی یہ نتائج مسلمانوں کیلئے مہیا کئے تو کیا ضرورت تھی کہ تین سو آدمی انکے مرتے۔ اسکے بغیر ہی فتح دے دیتا انکے سب مخالفوں کو ہلاک کر دیتا۔ اور یہ قلیل التعداد لوگ بغیر کسی قسم کی تکلیف

اٹھائے کامیاب و بامراد ہوجاتے ۔ ابوجہل ۔ عتبہ ۔ شیبہ ۔ وغیرہ جتنے سرکش اور دشمنانِ اسلام تھے ۔ آنحضرت جب صبح کو نماز کیلئے اُٹھتے تو دیکھتے کہ ان کے گلے میں طوق پڑے ہوئے ہیں ۔ اور آپؐ کے دروازے پر پڑے ہیں ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی قدیم سے سنت ہے کہ پہلے اپنے مخلص بندوں کو کوشش کرنے کیلئے کہتا ہے ۔ جتنی انکی طاقت ہوتی ہے ۔ اس کو وہ خرچ کرتے ہیں ۔ باقی مدد خدا تعالیٰ خود دیتا ہے ۔ اور وہ کامیاب ہوجاتے ہیں ۔ اگر ایسا نہ ہوتو ان کے اخلاص کا کیسے اظہار ہو ۔ اس کی مثال ہم گورنمنٹ میں دیکھتے ہیں ۔ بعض کاموں کیلئے وہ لوگوں کو کہہ دیتی ہے کہ تم اتنا روپیہ مثلاً پندرہ یا بیس ہزار اگر جمع کر لو تو باقی ہم دے دیں گے ۔ یہی اللہ تعالیٰ کا طریق ہے ۔ پس کسی کامیابی کے لئے کوشش ضرور کرنی پڑتی ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ کا تصرف خود کام کرتا ہے ۔ اور عظیم الشان کامیابی حاصل ہو جاتی ہے ۔ انسانی عقل اور تاریخ گواہی دے رہی ہے ۔ کہ مسلمانوں نے کوشش کی ۔ مگر ان کی کوشش کا لازمی نتیجہ فتح نہ تھی ۔ وہ خدا نے اپنے فضل سے ان کو دی ۔

یہی حال ہمارا ہے ۔ یہ سچ ہے کہ ہمارے دشمن ناکام ہوں گے ۔ ان میں ہمیں یقیناً غلبہ حاصل ہوگا ۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے وعدہ فرمایا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامة[1] ۔ کہ تیرے متبعین کو تیرے منکرین پر غلبہ دوں گا ۔ پس باوجود اسکے کہ کامیابی خدا کے ہی فضل سے ہوگی ۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کا فضل اس وقت تک نہیں آئے گا ۔ جب تک کہ ہم اپنی تمام طاقت و ہمت صرف نہ کرلیں ۔ ہماری فتح اور کامیابی یقینی ہے ۔ مگر اس کو ہماری کوشش اور سعی کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے ۔ اس لئے جب تک ہم اپنی پوری طاقت اور کوشش سے کام نہ لیں گے ۔ کامیابی حاصل نہ ہوگی

دین کے لئے خدمت کرنا کوئی فرض کفایہ نہیں ۔ بلکہ جس طرح نماز روزہ ہر ایک اُس انسان پر فرض ہے ۔ جو عاقل بالغ ہے ۔ اسی طرح دین کی خدمت ہر ایک پر فرض ہے ۔ اس لئے ہر ایک کو اس میں لگ جانا چاہیئے ۔ میں نے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں بتایا تھا کہ ہمارے مخالف پھر زور کر کے اٹھے ہیں ۔ اور زور کے

---

[1] تذکرہ صلا ۶ ، ص۹۶

ساتھ مقابلہ میں آئے ہیں ۔ انہوں نے خیال کیا ہے ۔کہ آج تک ہم نے پورے زور کے ساتھ مقابلہ نہیں کیا ۔ اگر ابتداء سے ہم ایسا کرتے تو ان کو مٹا دیتے حالانکہ یہ ان کا خیال غلط ہے ۔ وہ پہلے اپنا سارا زور لگا کر ناکام ہو چکے ہیں ۔لیکن معلوم ہوتا ہے ۔ وہ پہلی کمزوری کو بھول گئے ہیں ۔ اور اب پھر انہیں یہ وہم ہوا ہے پہلے بھی انہوں نے یہ زور لگایا تھا ۔ جیسے خود پسندی سے بھول گئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ہمارا مقابلہ پہلے کچھ نہیں کیا ۔ حالانکہ پہلے مایوس ہو گئے تھے ۔مگر اب انہوں نے سمجھا ہے ۔کہ اگر کچھ کریں تو ضرور ہمیں نقصان پہنچا دیں گے ۔ اور ایسا ہوا کرتا ہے کہ جب مقابلہ میں کسی کو زک ہوتی ہے ۔ تو تھوڑی دیر بعد وہ زور لگاتا ہے کہ شاید اب کے کچھ کامیابی ہو جائے ۔ یہی خیال ہمارے مخالفین کو پیدا ہوا ہے

پس ہماری جماعت کے ہر ایک فرد کا فرض ہے ۔کہ اس مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے ۔ میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کو اپنے اس فرض کی طرف بہت کم توجہ ہے ۔آج صرف تقریروں کا زمانہ نہیں ۔ بلکہ تحریر کا ہے ۔ اور تحریر سے ایک شخص دُور دُور تک ہلچل ڈال سکتا ہے ۔ اس زمانہ میں مطابع کی ایجاد اور کاغذ کی کثرت نے حملہ کے طریق کو بدل دیا ہے ۔ اور جس طرح شرارت کے اسباب زیادہ ہو گئے ہیں ۔اسی طرح ہدایت کے سامان بھی بہت وسیع ہو گئے ہیں ۔پس زبانی طور پر تبلیغ کا کام کرنے کی بجائے یہ طریق زیادہ مؤثر ہے ۔ اسوقت ہمارے مخالف انہی سامانوں کے ساتھ اُٹھے ہیں ۔ستارہ صبح ۔ ذوالفقار ۔ اہلحدیث وغیرہ اخباروں میں حملے ہوتے ہیں کئی انجمنیں ہیں جو ٹریکٹ ہمارے خلاف شائع کرتی ہیں اور ان ٹریکٹوں کی بیسیوں تک نوبت پہنچ گئی ہے جن کا کوئی جواب نہیں دیا گیا ۔کس قدر افسوس کی بات ہے ۔کہ ایک وہ وقت تھا ہمارا قرضہ دشمنوں کے ذمہ ہوتا تھا ۔لیکن اب ہمارے ذمہ ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آجکل جو لوگ لکھ سکتے ہیں ۔ انہوں نے فرض کفایہ کی طرح دین کی خدمت کو سمجھ لیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں ہم میں سے فلاں فلاں جو کام کر رہے ہیں ۔ ہمیں کیا ضرورت ہے ۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مجموعی طور پر مخالفین کا مقابلہ کیا جائے ۔ اس لئے میں تمام دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں ۔کہ وہ سُستی اور غفلت کو چھوڑ دیں ۔ اور ہر ایک ٹریکٹ، اشتہار، اخبار

خواہ وہ غیر احمدیوں کے ہوں ۔ یا غیر مبائعین کے ۔ یا عیسائیوں کے ۔ یا آریوں کے
غرض کسی طرف سے ہوں ۔ ان کا جواب دیا جائے۔ اور ان پر اعتراض کئے جائیں۔
تاکہ دشمن کو حملہ کا پہلو چھوڑ کر دفاع کا طریق اختیار کرنا پڑے ۔ اور حملہ شرافت سے
بھی ہو سکتا ہے ۔ اب تک تو کسی حد تک دفاع کا پہلو رہا ہے ۔ لیکن اب حملہ کرنا
چاہیئے ۔ ان حملوں میں انسانیت کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں ۔ دیکھو فتح مکہ دفاع نہیں
تھا ۔ حملہ تھا ۔ عربوں نے جب کئی دفعہ حملہ کیا اور مسلمانوں کی طرف سے دفاع کیا گیا
تو رسول کریمؐ نے غزوۂ احزاب میں فرمایا ۔ کہ اب تک تو دشمن ہم پر حملہ کر رہے ہیں
لیکن ہم اب انہیں حملہ کا موقع نہیں دیں گے ۔ اور خود ان پر حملہ کریں گے[1] چنانچہ
چند ہی سالوں میں مخالفین کی جمعیت منتشر اور پراگندہ ہو کر ضائع ہو گئی ۔ ہجرت
کے تیرہ سال میں آٹھ سال مسلمانوں نے دفاع کیا ۔ ان میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی
جتنی ساڑھے پانچ سال میں جن میں حملہ کیا گیا ۔

حملہ کے ساتھ شرط نہیں کہ ظالمانہ ہو ۔ اور دوسروں کے بڑوں کو گالیاں دی
جائیں ۔ یا جن کے مذہب کا ذکر بُرے الفاظ میں کیا جائے ۔ ان کے بزرگوں کو جھوٹے
اور مکّار کہیں ۔ ہاں انکے مذہب کے کمزور پہلوؤں کو بیان کریں اور ان پر اعتراض کریں
تاکہ ان کو بھی کچھ فکر پڑے ۔ جو ان کا اعتراض ہو اس کا بھی جواب دیا جائے ۔ مگر
اپنی طرف سے ان پر اعتراض ہوں ۔ قانون کے اندر رہ کر انکی تردید ہو ۔ جب یہ
حالت ہوگی ۔ تو ان کو بھی اپنی فکر پڑ جائے گی ۔ پس وہ سب لوگ جو لکھ سکتے ہیں
اخبار میں مضامین لکھیں ۔ اشتہار شائع کریں ۔ ٹریکٹ لکھیں ۔ پہلے جو کوتاہی ہو چکی
ہے ۔ ہو چکی ہے ۔ اب کوتاہی کا وقت نہیں ہے ۔ پہلے ان کے اعتراضات کی طرف
توجہ نہیں کی گئی ۔ اور جب تک ہماری طرف سے خاموشی رہی ۔ ان کے حملے بڑھتے گئے
اب وقت ہے کہ ہم ان کے حملوں کا ردّ کر کے ان پر حملہ کر سکتے ہیں ۔ ورنہ ہم ان
کے اعتراضات کے نیچے دب جائیں گے ۔ حضرت مسیح موعود کے وقت تمام لوگ کام
میں لگے رہتے تھے ۔ پُرانے بدرؔ اور الحکمؔ کے فائل اُٹھا کر دیکھ لو ۔ تمہیں معلوم ہو جائے

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خندق وھی الاحزاب ۔

گا کہ مخالفوں کو چھوٹے بھی جواب دے رہے ہیں۔ اور بڑے بھی۔ مولوی نورالدین صاحب بھی لکھتے ہیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب بھی لکھ رہے ہیں۔ وہ لوگ اخباروں میں مضامین لکھنا اپنی ہتک نہیں سمجھتے تھے۔ ایک طرف ان کا جواب ہوتا تھا تو ساتھ ہی کسی کم علم کا جواب بھی ہوتا تھا جس کا املاء بھی درست نہ ہوتا تھا۔ جب یہ حالت تھی تو دشمن بھی حملہ کرنا بھول گئے تھے۔

پس میں ساری جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ خصوصاً قادیان کے لوگوں کو۔ کہ کوئی ٹریکٹ۔ اشتہار۔ اخبار وغیرہ نہ رہ جائے جس کا جواب ہماری طرف سے نہ دیا جائے اسلام کے جس مسئلہ پر بھی اعتراض ہو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کا جواب دیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ یہ کام کر سکتے ہیں۔ وہ کریں۔ یہ مراد نہیں۔ کہ ایک خاص جماعت ہونی چاہیئے۔

پس تمام ان دوستوں کو توجہ کرنی چاہیئے جو کام کر سکتے ہیں کہ وہ اس مخالفت کی رَو کو روکنے میں بہت کوشش کریں۔ جن سالوں میں ہم نے توجہ نہیں کی وہ یقیناً تاریخ احمدیہ میں ضائع شدہ سال سمجھے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

(الفضل ۳؍ نومبر ۱۹۱۷ء)